ہندوستانی اسکولوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے

ہفتہ وار اخبار

خواجہ اسکول گزٹ دہلی

جو حضرت خواجہ حسن نظامی کے ماڈل اسکول دہلی کا آرگن ہے

سالانہ قیمت تین روپے

اسکول میں اخبار پڑھانے کا طریقہ

اخبار پڑھنا اور پڑھانا بھی ایک تعلیمی ہنر ہے یہ اخبار تمام ہندوستانی قوموں کے اسکولوں کے لیئے جاری کیا گیا ہے۔ اور اس میں چھوٹی عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں اور بڑی عمر والوں کے لیئے الگ الگ خبریں اور مضمون ہوتے ہیں۔

چھوٹے بچوں کی سمجھ اور دلچسپی کی خبروں اور مضمونوں کو موٹے حروں سے لکھا جاتا ہے جب تک ان کو خود اخبار پڑھنے کی لیاقت آئے اسوقت تک استاد لوگ اسکول کی تفریح یا چھٹی کے وقت اخبار بطور سبق کے پڑھا دیا کریں یعنی ہر مضمون یا خبر کا مطلب جو بچوں کے لیے ... ہمیشہ بچوں کی عقل میں آجائے اور رفتہ رفتہ وہ خود ہی اخبار کی خبروں اور مضمونوں کا مطلب سمجھنے لگیں۔ خوب ... ہے کہ ... موجب

اخبار پڑھنا بھی ایک فن ہے

جب سے خواجہ اسکول گزٹ جاری ہوا ہے ہر پرچے کے سرورق پر "اسکول میں اخبار پڑھانے کا طریقہ" ایک مضمون مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ مگر مجھے یہ اندازہ ہوا کہ یہ عبارت اور اسکی لکھائی اور چھپائی اور کاغذ کا خرچ فضول ضائع ہوا کیونکہ مجھے ایک اطلاع بھی ایسی نہیں ملی کہ اس ہدایت سے کسی نے فائدہ اٹھایا ہو۔

خود میرے اسکول میں باوجود تاکید کے بچوں کو اخبار سنانے اور پڑھانے کی طرف اسٹاف کو توجہ نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اخبار لکھنا بھی ایک فن ہے اور اخبار پڑھنا بھی ایک فن ہے۔ اور ایسا پڑھنا جو اخبار کے مقصد سے ناظرین کو فائدہ پہنچا سکے ہندوستان میں بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں۔

یورپ میں زیادہ تعداد باشندوں کی ایسی ہے جو اخبار پڑھنا اور اس سے فائدہ اٹھانا جانتی ہے اور یہی سبب ہے کہ وہاں کے اخبارات گورنمنٹ کا داہنا ہاتھ ہوتے ہیں۔ میں آج پھر تاکید کرتا ہوں کہ اسکول کے ماسٹر لوگ یہ اخبار بچوں کو پڑھایا اور سنایا کریں کہ خود ان کو بھی فائدہ ہو اور بچوں کو بھی فائدہ ہو۔ ورنہ میں اخبار میں ایسے مضامین شائع کروں گا جن سے بے شوق لوگوں کی بدنامی ہو گی۔

حسن نظامی



خواجہ اسکول گزٹ دہلی

جلد (۱) مورخہ ۸- اگست ۱۹۳۰ء نمبر (۶)

ہڑتال

جب سے گاندھی جی کی تحریک شروع ہوئی ہے ہر مہینہ دو چار ہڑتالیں ہو جاتی ہیں جب کوئی لیڈر گرفتار کیا جاتا ہے تو ناراضی ظاہر کرنے کے لئے بازار بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اسکولوں میں بھی ہڑتال کر دی جاتی ہے۔

لوگ کہتے ہیں آئے دن کی ہڑتالوں سے تجارت تباہ ہو رہی ہے۔ اور تعلیم کا بھی بہت نقصان ہو رہا ہے۔ مگر غور کرنے کی یہ بات ہے کہ دوکانیں بند کرنے سے اس گورنمنٹ کو کیا نقصان پہونچتا ہے۔ جس پر اپنی ناراضی ظاہر کرنے کے لئے یہ ہڑتالیں کی جاتی ہیں۔ کیونکہ دوکانیں زیادہ تر ہندوستانیوں کی ہوتی ہیں اور گورنمنٹ کے افسر زیادہ تر انگریز دوکانوں سے سامان خریدتے ہیں۔ ہندوستانی دوکانداروں سے نہیں خریدتے

اور اسکولوں میں ہڑتال کرنا تو سراسر اپنا ہی نقصان کرنا ہے کیونکہ تعلیم کو اور چھوٹے بچوں کو گورنمنٹ اور رعایا کے جھگڑوں سے کچھ بھی سروکار نہیں ہے۔

اگرچہ ہڑتال کرنے والے اس شبہ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جب تک سب دوکانیں بند نہ ہوں اور اسکول بند نہ ہوں غیر تعلیم یافتہ عوام ہمارے مقصد سے آگاہ نہیں ہوتے اور ملک جب ہی آزاد ہوگا کہ سب چھوٹے بڑے تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ ہم خیال ہو کر کام کریں۔

مگر مجھے اس جواب پر ایک اعتراض ہے اور وہ یہ کہ عوام کو اور بچوں کو متاثر کرنے کے لئے ایسا طریقہ مناسب نہیں ہے جس سے نقصان زیادہ ہو اور فائدہ کم ہو۔ عوام کو اور بچوں کو باخبر کرنے کے واسطے اور بھی طریقے ہو سکتے ہیں۔

بچوں سے نہ کہو

جناب مولانا اسعد حسین صاحب دہلوی اور چند دیگر حضرات کے خطوط آئے ہیں کہ عشق و محبت کے متعلق جو کچھ اسکول گزٹ میں چھپا ہے اگرچہ وہ قابل توجہ اور لائق اصلاح ہے لیکن اسکول کے بچوں کے سامنے کہنا یا اخبار میں چھاپنا مناسب نہیں ہے۔

مجھے اس رائے سے اتفاق نہیں ہے کیونکہ جب تک بچوں کو صفائی کے ساتھ ان برائیوں کے نقصانات نہ بتائے جائیں گے وہ ان برائیوں سے محفوظ نہیں ہوں گے۔ کیونکہ سالہا سال سے

تجربہ ہو رہا ہے کہ نہ ماں باپ بچوں کے سامنے یہ چیزیں بیان کرتے ہیں نہ استاد بیان کرتے ہیں۔ نہ اخباروں اور کتابوں میں یہ باتیں چھپتی ہیں پھر یہ شرمناک خرابیاں دن بدن ترقی کیوں کر رہی ہیں؟ میرا خیال تو یہ ہے کہ بڑوں کو بے شرم بن کر صفائی کے ساتھ بچوں کو بتا دینا چاہیئے کہ فلاں عادتوں میں ایسے سخت نقصانات ہیں ان خرابیوں کی تفصیل نہ بتائی جائے لیکن ان سے آگاہ کر دینا اور ان سے بچانے کے لیئے جدوجہد کرنا مجھے تو بہت ہی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

ریاستوں میں تعلیم

گزشتہ پرچے میں ریاست رامپور کی نسبت لکھا گیا تھا کہ وہاں نواب صاحب جبریہ تعلیم جاری کرنے والے ہیں لیکن ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کی بعض ایسی ریاستیں بھی ہیں۔ جہاں تعلیم کے لیئے بہت خرچ کیا جاتا ہے۔ اور والیان ریاست کو اپنی رعایا کی تعلیم اور فارغ البالی کا کچھ بھی خیال نہیں ہے۔

اخبار والے ہماری ذات پر حملہ نہ کریں

مجھ سے بعض ہندو مسلمان والیان ریاست نے کہا تھا کہ بعض اخبار ہماری ذات کے خلاف ہم کو رسوا اور بدنام کرنے کے لیئے مضامین شائع کرتے ہیں اگر وہ ہماری ریاست کے انتظامات کی نسبت نکتہ چینی کریں تو ہم ان کے بہت ممنون ہوں گے اور ان کی رائے پر غور کریں گے اور اگر وہ قابل توجہ اور لائق عمل ہو گی تو عمل بھی کریں گے اور توجہ بھی کریں گے۔

پس میں یہ نوٹ لکھ کر اور سرخ نشان لگا کر ان والیان ریاست کی خدمت میں اخبار بھیجتا ہوں جنھوں نے مجھ سے اخباروں کی شکایت کی تھی۔ اور مذکورہ الفاظ کہے تھے اور ان کی خدمت میں بھی بھیجتا ہوں جن کی نسبت میں نے سنا ہے کہ انھوں نے بھی چند احباب کے سامنے اس قسم کے خیالات ظاہر کیئے تھے۔

وہ سب والیان ریاست کیا اس بات کو گوارا کر لیں گے کہ میں ان کی ریاستوں کی تعلیمی حالت پر نکتہ چینی کروں اور ان کو بتاؤں کہ ان کی ریاست کی آمدنی کتنی ہے اور تعلیم کے لیئے سالانہ کیا خرچ ہوتا ہے اور ذاتی راحت و آرام اور نمود و نمائش میں کتنا خرچ کر دیا جاتا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ وہ اس نکتہ چینی کو بھی برداشت نہیں کر سکیں گے اور سچی بات سن کر ان کو غصہ آ جائے گا۔ مگر میں اپنے تعلیمی فرائض سے مجبور ہوں اور میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ گورنمنٹ کے محکمہ تعلیم میں جو جو خامیاں ہیں وہ بھی اس اخبار میں لکھوں اور جن جن ریاستوں میں تعلیم کی ضرورت ہے اور وہاں تعلیم پر بہت کم خرچ کیا جاتا ہے۔ اس کی مذمت بھی کروں۔ اور ان ریاستوں کی تعریف بھی کی جائے جو تعلیم کے لیئے جی کھول کر خرچ کرتی ہیں۔

سیرت نبویؐ کی مقبولیت

عورتوں اور بچوں کے لئے میں نے جو سیرت نبویؐ ابھی حال میں شائع کی ہے اسکی نسبت والیسرائے ہند اور گورنر صاحب یو۔پی اور ہوم ممبر صاحب گورنمنٹ یو۔پی اور پریسیڈنٹ صاحب اسمبلی وغیرہ کے خطوط شائع ہو چکے ہیں اس کے بعد اور بھی چند خطوط موصول ہوئے ہیں جن کا خلاصہ ذیل میں شائع کیا جاتا ہے:۔

سیرت نبویؐ اور سیر حسینؑ

کی نسبت

جناب نواب قاضی عزیز الدین احمد صاحب سی۔آئی۔ای وزیر اعظم ریاست دتیا کا خط

از دتیا۔ ۳۰ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء

جناب مخدومی! السلام علیکم۔

سیرت نبویؐ پہونچ گئی۔ ماشاء اللہ بہت خوب لکھی ہے۔ اور ترتیب ایسی اچھی ہے کہ آسانی سے چھوٹے بچے بھی سمجھ سکتے ہیں۔ میرے خیال میں اس کتاب کی ملک میں بڑی قدر ہوگی۔ میں آپ کی خداداد ذہانت اور رسائی طبیعت کی ہمیشہ بہت قدر کرتا ہوں میرے خیال میں کسی مسلمان مصنف نے ایسی بیش بہا خدمات ملک اور قوم کی نہیں کیں۔ خداوند کریم آپ کو عرصہ تک زندہ و سلامت رکھے۔ میں نے اسلامیہ اسکول کے مینیجر کو اطلاع دے دی ہے۔ (کہ وہ یہ کتاب سیرت نبویؐ اپنے اسکول میں رائج کریں)۔

احقر

عزیز الدین احمد

حیدرآباد کی مشہور لیڈر خاتون

محترمہ ہمایوں بانو صاحبہ

کا خط

از ہمایوں نگر۔ ۴۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۹ھ

مکرمی و محترمی!

تسلیم۔ کتاب سیرت نبویؐ بذریعہ وی۔پی پہنچی یاد فرمائی کا دلی شکریہ! بہت اچھی کتاب ہے۔ اس میں تصویریں بہت اچھی ہیں۔ حضرت صلعم کے حالات پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن اس کتاب میں آپ نے جدت کی ہے۔ ہر ایک پہلو دکھایا ہے۔ میرے خیال میں ہر ایک گھر میں یہ کتاب ہونی چاہیئے۔

ہمایوں بانو

جناب بیگم صاحبہ ریاست مانگرول کا خط

مانگرول ۲۸ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء

جناب کی مرسلہ کتاب سیرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم موصول ہوئی۔ تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں انشاء اللہ العزیز حسب الحکم جناب یہ کتاب میں سرکار عالی کو بھی دکھاؤں گی۔ اور میں بھی ضرور پڑھوں گی۔ کتاب مذکور جناب نے گو کہ بغرض تبلیغ تصنیف فرمائی ہے تاہم اگر اس کے ہدیہ مقررہ سے مطلع فرمائیں تو

بعید از الطاف و پرورش بزرگانہ نہ ہوگا کہ اگر کسی صاحب کو یہ کتاب پسند آجائے اور وہ طلب فرمانا چاہیں تو انہیں ہدیہ بتا دیا جائے۔

آپ کی خیر طلب

(دستخط بیگم صاحبہ ریاست مانگرول)

نوٹ:۔ کتاب سیرت نبویؐ کی قیمت دو روپیہ ہے

بیگم صاحبہ چیف جسٹس حیدرآباد دکن کا خط

جناب قبلہ خواجہ صاحب!

سلام علیک۔ آپ کی مرسلہ سیرت نبویؐ پہنچی۔ میں نے جس وقت اسکو دیکھا اسی وقت پڑھنا شروع کیا۔ اس قدر دلچسپ پیرایہ میں ہے کہ چھوڑنے کو دل ہی نہ چاہتا تھا۔ بغیر ختم کئے ہوئے میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ دنیا کا ہر انسان اسکو پڑھ لے۔ بڑے اور چھوٹے سب کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔

خاکسار

(دستخط بیگم صاحبہ جناب نواب مرزا یار جنگ بہادر
(چیف جسٹس ملک حضور نظام)

جناب مولوی سید محمد صاحب رئیس مراد آباد کا خط

مراد آباد۔ ۱۰۱ جامع مسجد روڈ۔

۳۱۔ جولائی سنہ۱۹۳۰ء

عالی جناب تقدس مآب قبلہ و کعبہ دام ظلکم العالی

بعد آداب کے عرض ہے کہ کل میرے پاس پارسل سیرت نبویؐ اور سیرت امام حسین علیہ السلام کا پہنچا خداوند عالم کی عجیب شان ہے۔ ۱۷ جولائی سنہ۱۹۳۰ء سے ڈاڑھ کے درد میں مبتلا تھا جس کی وجہ سے آنکھ میں بھی درد تھا۔ اسی حالت میں سیرت امام حسینؑ کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ آخر صفحات سیرت حسینؑ کو پڑھ کر رقت ہوئی اور اسی کی برکت سے آنکھ کے درد میں اور ڈاڑھ کے درد میں تخفیف ہوئی شروع ہوگئی۔ الحمد للہ علی احسانہ۔ آج قریب قریب قطعی اچھے ہونے کے ہوں۔

جناب والا ان ہر دو کتب کی تعریف اس وجہ سے کرنا نہیں چاہتا ہوں کہ میں ایک جاہل شخص ہوں مگر یہ ضرور عرض کروں گا کہ ہندوستان میں مبلغ اگر کوئی ہوگا تو وہ آپ کے نقش قدم پر چلنے والا ہی ہوگا۔ ہندوستان سے باہر کا حال معلوم نہیں۔

خداوند عالم وجود مقدس کو خلق اللہ کے صراط مستقیم پر لانے کے واسطے تادیر قائم رکھے۔

یہ کتابیں نہیں ہیں بلکہ بحر عرب کو شیشیوں میں بند کر دیا ہے۔ عریضہ سید محمد

پریسیڈنٹ صاحب ریاست جیپور کا خط

۲۔ اگست سنہ۱۹۳۰ء از محکمہ خاص ریاست جے پور

جناب عالی۔ میں بہت بہت شکریہ کے ساتھ سیرت نبویؐ وغیرہ لٹریچر کی رسید بھیجتا ہوں جو مہربانی کر کے آپ نے مجھے بھیجا ہے۔ میں یہ چیزیں ریاست کے محکمہ تعلیم کو بھیج رہا ہوں کہ اس لٹریچر کے لئے مناسب

کارروائی کرے جیسی کہ ہونی چاہیئے ۔

آپ کا صادق

پریزیڈنٹ کونسل ریاست جیند

مضامین

جناب مولانا اسعد حسین صاحب دہلوی کا مضمون

جناب مولانا اسعد حسین صاحب دہلوی نے پرانے زمانہ کے دلچسپ القاب وآداب کے ساتھ ایک خط بھیجا ہے۔ آج کل کے زمانہ میں اتنے لمبے القاب و آداب نہیں لکھے جاتے مگر اگلے وقتوں میں اس سے بھی زیادہ بڑے بڑے القاب آداب ہوتے تھے۔ امید ہے کہ اسکول کے بچے اس دلچسپ خط کو بہت غور سے پڑھیں گے۔

اس خط کی نسبت اخبار کے شروع میں رائے لکھدی گئی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ اور ناظرین بھی اس خط کی بابت اپنا اپنا خیال لکھ کر بھیجیں۔

نظم :- مولانا اسعد حسین صاحب کی نظم بھی بہت دلچسپ ہے۔ امید ہے کہ بچے اسکو پڑھ کر بہت خوش ہونگے۔ (حسن نظامی)

صوفی باصفا۔ زاہد بے ریا۔ درویش باخدا۔ مرد باحیا۔ عدیل مولانا نظامی بدیل بایزید بسطامی شبیل ملا عبدالرحمن جامی۔ اعلیٰ حضرت مولوی خواجہ سید حسن نظامی سلمہ اللہ السامی علیک الف الاف سلامی۔

حضور فیض گنجور کا منشور لامع النور شرف صدور لایا۔ خاکسار ایک ضروری کار سرکار کے تکملہ کے واسطے قرولی گیا ہوا تھا۔ وہاں سے واپس آکر مکتوب خوش اسلوب کو پڑھا۔ جس میں فرمان قضا جریان جناب والاشان و برگزیدۂ بندگان بارگاہ سبحان کا اس غلام غلامان کو یہ تھا کہ ایک نظم درخت پر چڑھنے والے لڑکے کے متعلق تحریر کرو۔ یہ بندۂ ذلیل باوجود فرصت قلیل بہ تعمیل فوراً تعمیل ارشاد سعادت بنیاد میں مصروف ہو گیا اور بعجلت ایک گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر اس کار فرخندہ فرجام کا سر انجام کیا مگر جلدی کی وجہ سے نظم حسب دلخواہ یہ خادم درگاہ لکھ نہ سکا کیونکہ فرمایا ہے کہ التعجیل من الشیطان والتانی من الرحمٰن۔

جناب فیض مآب نے خواجہ اسکول گزٹ میں جو مضمون "عشق کوئی چیز نہیں" کے عنوان سے ارقام فرمایا ہے وہ بہت معقول ہے۔ مگر اس ظلوم وجہول کو اس کے بارے میں یہ عرض کرنا ہے کہ اگر یہ بحث طالبان علم کے رسالہ میں نہ ہو تو بہتر ہے۔ بالخصوص لڑکوں کے عشق کے باب میں کوئی بحث اس اخبار گوہر بار صداقت شعار میں نہیں ہونی چاہیئے۔ شاید یہ فرمایا جائے کہ لڑکوں کو اسکی برائی سے آگاہ کرکے اس سے بچانا مقصود ہے شاید یہ درست ہو۔ الا ان فیہ نظر۔ وھو ھذا۔

مدارس کے اطفال خجستہ خصال کے گوش حق نیوش میں یہ

باتیں سرے سے پڑنی ہی نہیں چاہئیں کہ لڑکوں کا عشق کبھی کوئی بات ہے خواہ وہ اچھی ہے یا واہیات ہے کسی بات سے آگاہ کر کے اس سے باز رکھنے کی کوشش کرنے سے یہ بہتر ہے کہ اس سے آگاہی نہ پیدا ہونے دی جائے۔ کسی بات کو جتا کر اس سے باز رہنے کی ہدایت کرنا مفید نہیں ہوتا کیونکہ کہا ہے کہ اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ عَلٰی مَا مُنِعَ۔ مناسب طریقہ اس قباحت کے دور کرنے کا یہ ہے کہ معلم نیک سیرت دارباب بصیرت خوشخصال وسعادت مال رکھے جائیں۔ پابندی شریعت جن کی طبیعت میں ودیعت کی گئی ہو متعلمین پر ان کی خوش اخلاقی کا اثر پڑے۔ اور ان میں سعادت مندی بڑھے۔ کہا گیا ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑے۔ آدمی کو دیکھ کر آدمی ڈھنگ پکڑے ؎

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

جو کچھ میں نے اوپر عرض کیا ہے یہ اعتراض نہیں ہے بلکہ معروض ہے اس جسارت کی معافی مانگتا ہوں۔

فقط خاک نعلین اسعد حسین۔ از قصبہ سہپئو ضلع متھرا
دایا جلیسر روڈ E.I.R. ۳۱ر جولائی ۱۹۳۰ء

ایک لڑکے کی کہانی بابا عرشی کی زبانی

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہے

ایک لڑکا تھا بہت چالاک چست — تیز پھرتیلا توانا تندرست
تھا گٹھیلا خوشنما اسکا بدن — چاق چوبند ایسا تھا جیسے ہرن
دوڑنے میں بھاگنے میں تھا غزال — کودنے میں پھاندنے میں بے مثال
بوزنہ سنتے ہیں اسکا نام تھا — بعض کہتے ہیں کہ مانو رام تھا
کیسا ہی سیدھا ہو یا اونچا درخت — اسپہ چڑھنا سہل تھا مشکل نہ سخت
جیسے بندر کو کبھی چڑھنا ہو محال — اسپہ چڑھ کر پھرتا تھا وہ ڈال ڈال
پیڑ پر چڑھنے میں وہ مشہور تھا — آدمی کاہے کو تھا لنگور تھا
ایک میدان اسکے گھر کے پاس تھا — کھرنی کا پیڑ ایک اسمیں تھا کھڑا
بوزنہ جب پڑھ کے آتا اپنے گھر — کھرنیاں کھاتا تھا چڑھکر پیڑ پر
دوسرے لڑکے جو چڑھ سکتے نہ تھے — دیکھتے رہ جاتے تھے نیچے کھڑے
وہ خوشامد کر کے کہتے تھے میاں — نیچے بھی تھوڑی سی پھینکو کھرنیاں

بوزنہ تھا رہنے والا گاؤں کا — اسکے گاؤں میں نہیں تھا مدرسہ
دوسرے موضع میں پڑھنے جاتا تھا — صبح جا کر شام کو گھر آتا تھا
رستہ میں پڑتا تھا جنگل ڈھاک کا — آ گیا اسمیں کہیں سے بھیڑیا
ایک دن وہ جا رہا تھا مدرسے — بھیڑیئے نے دور سے دیکھا اسے
اور آیا اس کے اوپر دوڑ کر — چڑھ گیا لڑکا مگر جھٹ پیڑ پر
دیکھتا کا دیکھتا ہی رہ گیا — بھیڑیا کچھ بھی نہ اس کا کر سکا
تھی جو اسکی زندگی باقی ابھی — تو وہاں آ پہونچے دو تین آدمی
دیکھتے ہی ان کو بھاگا بھیڑیا — موت کے پنجے سے لڑکا بچ گیا
چڑھ نہ جاتا وہ اگر یوں پیڑ پر — بھیڑیا کھا جاتا اسکو پھاڑ کر
پیڑ پر چڑھنا ہے اک اچھا ہنر — کاہلی کا اس سے جاتا ہے اثر
اور ہوتے ہیں توانا دست و پا — ضعف زائل ہوتا ہے سب جسم کا
طاقت آتی ہے بہت اعصاب میں — کم ہے جو کچھ لکھئے اسکے باب میں
سیکھلے لڑکو کہ اچھا ہے یہ فن — چست و چالاک اس سے ہوتا ہے بدن
فائدے اسمیں بہت ہیں لا کلام
ختم کر عرشی حکایت والسلام

(اسعد حسین الاشرفی)

جناب مولانا میر مصاحب علی صاحب کا خط

مولانا میر مصاحب علی صاحب عہدہ دار سرکار عالی حیدرآباد دکن کی میلاد کمیٹی کے معتمد خاص ہیں۔ اور انہی کی سعی سے آج ممالک آصفیہ میں گھر گھر ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا چرچا ہے اور تمام اسلامی دنیا میں ملک حضور نظام کو اس ذکر خیرالانام کی وجہ سے فوقیت حاصل ہو گئی ہے۔ (ایڈیٹر)

جناب مولانا محترم زاد کرمہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ کرمنامہ وصول ہوا۔ سیرت نبوی صلعم ایک جلد بذریعہ وی پی سرفراز ہوئی شروع سے آخر تک دیکھی۔ عجیب انداز بیان ہے جو آپ ہی کا اور صرف آپ ہی کا حصہ ہے۔ شروع کرنے کے بعد مجھ سے تو نہ رہا گیا جب تک کہ ختم نہ کر دی اور میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اس تالیف کی یہ بڑی خصوصیت ہے کہ ہر شخص جو اسکو شروع کرے بغیر ختم کرنے کے نہیں چھوڑے گا۔ سرکار صلعم کے حالات اور آپ کا انداز بیان سونے میں سہاگہ ہو گیا۔ جناب محترم کا خیال ہے کہ یہ سیرت پاک بچوں اور عورتوں کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ ہر واعظ کے لیے یہ پورا وعظ ہے۔ مجالس وعظ میں اسکو پڑھ دیا کریں تو کافی ہے۔ بہرحال طبیعت بڑی خوش ہوئی اس تالیف پر میں جنابکو مبارکباد دیتا ہوں +

نیازمند۔ میر مصاحب علی

مضامین خواجہ حسن نظامی

سوئی کی آپ بیتی

رودھا ایک دن اپنی گڑیا کا کرتہ سی رہی تھی ایکا ایکی کیا ہوا کہ سوئی نے رودھا سے باتیں کرنی شروع کر دیں۔

سوئی نے کہا۔ بوا رودھا! سلام۔ رودھا نے کہا جیتی رہو۔ اللہ تم کو لکھائے پڑھائے اور نصیبہ اچھا کرے۔ کیوں بوا تم کہاں کی رہنے والی ہو؟ اور تم اس کالے کاغذ کی پڑیا میں کہاں سے آئیں؟ تمہارا کیا نام ہے؟ اور تم سے سب لوگ کپڑا کیوں سیتے ہیں؟ اور تم فقط کپڑا سینے کا کام کرتی ہو یا تمہیں کچھ اور بھی کام آتا ہے؟

سوئی نے رودھا کی باتیں سن کر جواب دیا۔ سنو بیوی! میں اپنی آپ بیتی کہانی تم کو سناتی ہوں۔

بیوی! میں لوہے سے بنی ہوں۔ لیکن جب تک تم یہ نہ سمجھ لو کہ لوہا کہاں سے آتا ہے اور کیونکر بنتا ہے اور کس کس کام آتا ہے اس وقت تک تم کو میری کہانی مزیدار معلوم نہیں ہو گی۔

ہندوستان اور دنیا کے اور بہت سے مشہور ملکوں میں لوہے کی کانیں ہوتی ہیں لیکن لوہا بنا بنایا ان کانوں سے نہیں نکلتا بلکہ پہاڑوں کی مٹی کھود کر نکالتے ہیں اور وہاں کی مٹی اور کنکروں میں لوہے کے چھوٹے چھوٹے ذرے ملے ہوئے ہوتے ہیں۔

اس مٹی کو لوہا بنانے والے کھود کر لاتے ہیں اور بڑی بڑی بھٹیاں بنا کر اور بہت تیز آگ جلا کر اور مسالے

ڈال کر مٹی کو ابالتے ہیں جس سے لوہا پگھل کر الگ ہو جاتا ہے اور کنکر مٹی الگ ہو جاتے ہیں۔ یہ پگھلا ہوا لوہا جلیبیوں کے شیرہ کی طرح گرم گرم بہتا ہوا ٹھنڈی نالیوں میں چلا جاتا ہے اور وہاں ٹھنڈا ہو کر جم جاتا ہے۔ اور لوہے کی بڑی بڑی سلاخیں بن جاتی ہیں پھر ان سلاخوں کو مختلف کارخانہ والے خرید لاتے ہیں۔ کوئی کارخانہ اس لوہے کی توپیں بناتا ہے۔ بندوقیں بناتا ہے۔ تلواریں اور خنجر اور چھریاں تیار کرتا ہے اور نیزے اور تیر اور سنگینیں ڈھالتا ہے۔ اور کوئی کارخانہ لکھنے کے قلم پر جو چھوٹا سا نب لگا ہوا ہوتا ہے وہ بناتا ہے اور کوئی کارخانہ بڑھئیوں کے اوزار اور ریل کی پٹڑیاں اور طرح طرح کی دوسری چیزیں تیار کرتا ہے۔

مگر جس کارخانہ میں میں بنی تھی وہاں ایسا ہوا کہ لوہے کی جس کو فولاد بھی کہتے ہیں بڑی بڑی سلاخوں کو ایک مشین میں ڈال کر پتلے پتلے تار بنا لیے۔ پھر ان تاروں کو اور پتلا کر کے اور ان کے ٹکڑے کاٹ کر سوئیاں بنا لیا۔ پہلے زمانہ میں یہ سوئیاں ہاتھ سے بناتے تھے اور بہت دیر میں بنتی تھیں اور کچھ زیادہ خوبصورت بھی نہیں ہوتی تھیں۔ دہلی میں ایک محلہ سوئی والاں کا مشہور ہے وہاں پہلے زمانہ میں سوئیاں بنانے والے رہتے تھے مگر اب وہاں ایک آدمی بھی سوئیاں بنانی نہیں جانتا کیونکہ ولایت سے بنی بنائی سوئیاں مشینوں میں ڈھل کر چلی آتی ہیں اور اتنی سستی بکتی ہیں کہ ایک پیسہ میں بارہ سوئیاں آجاتی ہیں اور بعض سوئیاں پیسہ کی پچیس بھی آتی ہیں۔

مشین میں سوئیاں بہت جلدی بنتی ہیں پتلے پتلے تاروں کو مشین کے ذریعہ پالش کر کے چمکدار بنا دیتے ہیں اور پھر مشین ہی ان کے اندر ناکے بنا دیتی ہے پھر کاغذ کی پڑیوں میں بھر کر اور ان پڑیوں کو بڑے بڑے بکسوں میں بند کر کے بیچنے کے لیئے تمام دنیا میں بھیج دیتے ہیں۔

آپا روحہ! میری کہانی بڑی مزیدار ہے۔ میں جاپان کی رہنے والی ہوں جاپان والوں نے مجھے بنایا اور جہاز میں بٹھا کر کلکتہ بھیج دیا۔ کلکتہ میں ایک مسلمان سوداگر نے مجھے خریدا اور اپنی دوکان میں لا کر الماری میں بٹھا دیا۔ میں دیکھتی تھی کہ سوداگر صاحب کھانا کھا رہے ہیں۔ برف کا پانی پی رہے ہیں۔ بجلی کے پنکھے کی ہوا کا مزا اٹھا رہے ہیں اور میں ایک بکس کے اندر بند بھوکی پیاسی ہوا سے محروم بیٹھی ہوں۔ انھوں نے کبھی مجھ سے نہیں کہا کہ کیوں بی سوئی تم کچھ کھاؤ گی؟ تم کچھ پیو گی؟ تمہیں گرمی تو نہیں لگتی؟ حالانکہ ایک دن کوئی مولوی صاحب ان سوداگر سے کہہ رہے تھے کہ مسافروں اور پردیسیوں کے ساتھ اچھا سلوک اور ان کی خاطر داری کرنے کا دین اسلام نے حکم دیا ہے۔ مگر میری خاطر داری تو ایک دن بھی نہ ہوئی۔

ایک دن کیا ہوا کہ دلی کا ایک بیوپاری دوکان پر آیا اور اس نے کلکتہ والے سوداگر سے بہت سا سامان خریدا اور سوئیاں بھی بہت سی خریدیں۔ اور اس نے مجھ کو ایک بڑے صندوق میں بند کر کے ٹھیلہ پر رکھوایا اور

کلکتہ کے اسٹیشن پر لایا۔ وہاں بڑی بھیڑ تھی۔ پوریاں کچوریاں بک رہی تھیں۔ میوے والے آوازیں لگا رہے تھے۔ برف کا شربت بھی بک رہا تھا اور مسافر گھبرائے گھبرائے ٹکٹ ہاتھ میں لیئے بھاگے پھرتے تھے اور ریل میں بیٹھنے کی جگہ ڈھونڈھ رہے تھے۔ دلّی والے دوکاندار نے میرا صندوق تلوایا پھر چپکے ہی چپکے تولنے والے بابو سے کچھ باتیں کیں اور بابو کی جیب میں کچھ ڈال کر کہا کہ یہ لکھ دینا کہ صندوق پانچ من کا نہیں ہے۔ تین من کا ہے۔ کلکتہ سے ریل چلی تو پٹنہ آئی پٹنہ سے مرزاپور آئی۔ مرزاپور سے الہ آباد آئی الہ آباد سے کانپور آئی۔ پھر اٹاوہ آیا۔ پھر ٹونڈلہ آیا۔ پھر علی گڈھ آیا۔ پھر دلّی آگئی۔ اور دلّی میں مجھکو ریل سے اتار کر ٹھیلے پر بٹھایا اور ٹھیلہ مجھکو چاندنی چوک کی دوکان پر لایا۔ اور دوکاندار نے مجھکو پھر کلکتہ جیسی ایک الماری میں بند کر دیا۔ کچھ دن وہاں میں بند رہی پھر ایک دن تمہارے باواجان دوکان پر آئے اور مجھے خرید لیا۔ جس طرح پہلے زمانہ میں لونڈیاں بکتی تھیں میں بھی بکی اور میرے ساتھ میری سب بہنیں بھی بکیں اور میں تمہارے گھر میں آئی تمہاری اماں جان نے میرے ناکہ میں تاگہ ڈالا اور مجھ سے کپڑے سینے شروع کیئے۔ پھر انھوں نے تمہیں دے دیا کہ اس سے اپنی گڑیا کے کپڑے سیا کرنا۔ اب میں تمہارے پاس رہتی ہوں۔ مگر بیوی مجھے اپنا ملک جاپان یاد آتا ہے اگر تم مجھکو لفافہ میں بند کرکے جاپان بھیجدو تو میں ہزاروں دعائیں دوں کیونکہ آدمی کو بھی اور جانوروں کو بھی اور بے جان چیزوں کو بھی اپنا وطن بہت پیارا ہوتا ہے۔

روحہ نے کہا۔ سنو بی سوئی! میں تم کو تمہارے وطن میں بھیج تو دوں مگر یہ بتاؤ کہ کس کو بھیجوں تم اس پہاڑ میں جاؤ گی۔ جہاں سے لوہا نکلا تھا یا اس کارخانہ میں جاؤ گی جہاں تم بنی تھیں؟ اور یہ تو بتاؤ کہ تم وہاں جا کر کرو گی کیا؟ کہتے ہیں بھیڑ جہاں جائیگی منڈے گی۔ تو سوئی بھی جہاں جائے گی اس سے سینے پرونے ہی کا کام لیا جائے گا۔ سوئی نے کہا میں اپنے وطن میں پہنچ جاؤں پھر چاہے کچھ بھی ہو۔ دوسروں کی غلامی سے یہ اچھا ہے کہ اپنے ملک والوں کی غلامی میں رہوں۔

روحہ نے یہ بات سنی تو کہا کہ اگر تو لوہے کی بیجان سوئی اپنے ملک سے اتنی محبت رکھتی ہے تو میں بھی اب اپنے ملک ہندوستان سے محبت کیا کروں گی کہ کوئی بات تو تیری آپ بیتی سے مجھے بھی حاصل ہو۔

زید پاشا کا لمپ

ایک لڑکا تھا اس کا نام زید پاشا تھا۔ اس نے بازار سے بجلی کا ایک لمپ خریدا۔ جب اس کا کھٹکا دباتا تو بجلی کی تیز روشنی نکلتی اور وہ اسکی روشنی سے بہت خوش ہوتا۔ ایک دن زید نے اپنی اتا سے پوچھا۔ کہ کیوں بی متا اس لمپ میں روشنی کہاں سے آتی ہے متا نے کہا اس لمپ کے اندر ایک گول

گول چیز رکھی ہے جسکو بیٹری کہتے ہیں جب کھٹکا دبتا ہے تو بیٹری سے روشنی نکل آتی ہے۔ مگر اس بیٹری کی طاقت خرچ ہوتی رہتی ہے۔ اور جب وہ طاقت ختم ہوجاتی ہے تو بیٹری بیکار ہوجاتی ہے اور آٹھ آنہ کی ایک نئی بیٹری بازار سے لانی پڑتی ہے۔ اور بیٹریاں اور لمپ سب باہر کے ملکوں سے آتے ہیں۔ جب تم بڑے ہوجاؤگے اور خوب پڑھ لکھ لوگے تو ایسی بیٹریاں اور لمپ بنانے سیکھ لینا۔ پھر تم کو باہر کے ملکوں کی چیز خریدنے کی ضرورت نہیں رہے گی بلکہ تمہارے ہاتھ کی بنائی ہوئی بیٹریاں اور لمپ ہندوستان والے خریدنے لگیں گے۔ اور اس سے تمہارے پاس بہت سے روپئے آئیں گے۔ اور تم وہ روپئے لے کر ایک بڑا کارخانہ بنانا اور اس کارخانہ میں بہت سے ہندوستانی لڑکوں کو بجلی کے لمپ بنانے کا کام سکھانا۔ جتنے لڑکے وہاں کام سیکھیں گے وہ سب تم کو جھک جھک کر سلام کیا کریں گے۔ اور یوں کہیں گے کہ اس کارخانہ کے مالک حضرت مولانا خواجہ سید زید پاشا نظامی ہیں۔ اور ہم ان کو اپنا استاد مانتے ہیں تم کارخانہ کے اندر ایک بہت اچھے کمرہ میں کرسی بچھا کر بیٹھنا۔ بجلی کا پنکھا تمہارے اوپر صدقہ قربان ہوا کریگا۔ اور تم میز پر کاغذ بچھا کر قلم دوات سے بڑے بڑے کارخانوں کو خط لکھا کرنا۔ کہ میرے ہاں بجلی کے لمپ بہت اچھے بنتے ہیں اور وہ لمپ ولایت کے لمپوں سے خوبصورت بھی زیادہ ہیں اور مضبوط بھی ہیں اور سستے بھی ہیں اور ان کی بکری کا روپیہ ہندوستان کے باہر نہیں جاتا۔ ہندوستان ہی میں رہتا ہے اور ہندوستان والوں ہی کے کام آتا ہے:

زید پاشا نے کہا مگر منا باہر کے ملک والوں کا بڑا نقصان ہوجائے گا۔ اگر ہم ان کے لمپ نہیں خریدیں گے

منا نے کہا باہر کے ملک والے اپنے ملک کے بنے ہوئے لمپ خود خرید لیں گے اور ان کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ ان کو اپنا ملک پیارا ہے اور ہم کو اپنا ملک پیارا ہے۔

زید پاشا نے کہا۔ ملک تو سب اللہ کے ہیں ہمارا ملک بھی اور دوسروں کے سب ملک بھی۔

منا نے کہا یہ ٹھیک ہے مگر اللہ نے ہم سب آدمیوں کو اپنا ملک دے دیا ہے۔ اور کہہ دیا ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے ملک کو آباد رکھے۔ اور میری دی ہوئی چیز سے محبت بھی کرے کہ **جو میری دی ہوئی چیز سے محبت کرے گا وہ گویا خود مجھ سے محبت کرے گا۔**

(حسن نظامی)

رنگون کا خط

سیرت نبوی ﷺ کا ترجمہ وائی ایم۔ ملا صاحب برما کے شہر چرکسے میں کر رہے ہیں اور معلوم ہوا ہے کہ آپ کی کتاب "ہمارا رسول" کا برمی ترجمہ توحیدی شلہ صاحب بھی کر رہے ہیں۔

برما میں عید میلاد کی تیاریاں یکم ربیع الاول سے

شروع ہو جاتی ہیں۔ اور مسجدوں اور گھروں میں میلاد شریف ہونے لگتا ہے۔ کیا ہندوستان اسکی نظیر پیش کر سکتا ہے؟ (حیدر آباد دکن اور اس کے علاقہ میں تمام دنیا سے زیادہ میلاد شریف کا چرچہ ہے۔ حسن نظامی)

سنگاپور اور جاوا اور عراق میں بھی عربی اور فارسی لٹریچر عید میلاد کا بھیج چکا ہوں۔ اور برما کے شہر مانڈلے۔ چوکسے۔ مکٹیلہ۔ تھازی۔ منجان۔ پیا بوئے۔ پیمینا میں عید میلاد کے پروگرام مکمل ہو چکے ہیں۔ شان اسٹیٹ اور کلو اور ٹونجی اور شنیزوہ اور تہارا وا ڈی اور میڈون اور پروم اور بسین اور مولمین میں بھی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ خدا نے چاہا ان سب مقامات پر عید میلاد کے جلسے ہوں گے البتہ برسات کی کثرت کی وجہ سے شاید جلوس کا انتظام نہ ہو سکے اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ کام میرے ہی سپرد کیا ہے کہ مسلم قوم کو بیدار کر کے سیدھے راستہ پر چلاؤں۔

خادم
کشفی نظامی

حیدر آباد کا خط

حضرت سید نور اللہ حسینی جانشین حضرت سید افتخار علی شاہ صاحب حسینی چشتی رو ہر سال عید میلاد کے جلوس نہایت شان و شوکت سے نکالتے ہیں اور اپنے ہاں جلسہ بھی کرتے ہیں اور اس سال بھی کئی ہفتے پہلے بڑے بڑے خوبصورت پوسٹروں اور اشتہاروں اور خطوط کے ذریعہ حیدر آباد کے باشندوں میں اس جلوس کی اطلاعیں بھیجی جا رہی ہیں۔ خیال ہے کہ اس سال جلوس بہت شان دار ہو گا۔

شاہ امید میر محرم نظامی

حیدر آباد کا دوسرا خط

حضرت مولانا حکیم خسرو شاہ نظامی نے بھی عید میلاد کے جلوس و جلسہ کا بہت شان دار اہتمام کیا ہے۔ دہلی سے بھی جھنڈے اور عید میلاد کا لٹریچر آ گیا ہے۔ امید ہے کہ حکیم صاحب کا جلوس اور جلسہ تمام حیدر آباد میں ایک خاص شان کا جلوس اور جلسہ ہو گا۔

راقم
ایک نظامی از حیدر آباد

دہلی کی اطلاع

دہلی میں وہابی مولوی عید میلاد کی مخالفت کر رہے ہیں لیکن مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد جگہ جگہ عید میلاد کے جلسے کرے گی۔ نئی دہلی میں ایک بہت عظیم الشان جلسہ ہونے والا ہے جس کے بڑے بڑے پوسٹر تقسیم ہوئے ہیں۔ ایک مشہور انگریز مسٹر ہانیمین اس جلسہ کی صدارت کریں گے۔ نامہ نگار دہلی

مالیر کوٹلہ کی اطلاع

ریاست مالیر کوٹلہ میں ہر سال عید میلاد کا جلسہ بہت

دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ اس سال بھی ہو رہا ہے ۱۳۔ ربیع الاول کی شام کو حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے بھی اس جلسہ میں شریک ہونے کا وعدہ کیا ہے۔ نامہ نگار از مالیر کوٹلہ

مُلّا صاحب کی آمد

داؤدی بوہرہ جماعت کے پیشوا ملا طاہر سیف الدین صاحب دہلی میں آئے ہوئے ہیں۔ سول لائن میں کمانڈر انچیف کی کوٹھی میں قیام ہوا ہے۔ دہلی کے بہت سے اخبار والے اور انجمن والے اور مدرسہ والے امداد مانگنے کے لئے رات دن ان کے دروازہ پر جمع رہتے ہیں۔ اور خوشامدیں کرتے ہیں۔ اور خوشامدانہ مضمون بھی شائع کر رہے ہیں۔

۶۔ اگست کی شام کو عربک کالج کی طرف سے ملا صاحب کو پارٹی دی گئی تھی۔ دہلی کے بہت سے رؤسا اور انگریز حکام شریک ہوئے۔ ایڈریس بھی دیا گیا۔ ملا صاحب نے ایک ہزار روپے نقد دیئے اور دو سو روپے سالانہ کالج کے نام مقرر کئے۔

ملا صاحب کے چھوٹے بچے بھی ساتھ تھے انھوں نے جلسہ عام میں نہایت خوش الحانی سے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ ایک لڑکی چار برس کی تھی اس نے بھی نہایت عمدہ قرآن شریف پڑھا۔ کالج کے طلباء نے تکبیر کے نعرے لگائے۔

نامہ نگار

از دہلی

آخری چہار شنبہ

آپ نے لکھا ہے کہ آخری چہار شنبہ حضرت نظام الدین اولیاء رضہ کی پیدائش کا روز ہے اس لئے تمام ہندوستان کے مسلمان اس دن خوشی کرتے ہیں،، لیکن میں آپ سے یہ دریافت کرتی ہوں۔ ایران میں آخری چہار شنبہ کی رسم کیوں ادا ہوتی ہے؟

ایران میں اور ایرانی لوگ جو ہند میں آ گئے ہیں وہ سب آخری چہار شنبہ کے دن باغ کو ضروری جاتے ہیں صدقہ دیتے ہیں اور ایک قسم کی آش جس کا نام آش ابو درداء ہے پکائی جاتی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ آش جو کھائیگا ایک سال تک بیماری نہیں آئیگی۔ آخری چہار شنبہ کو منحوس سمجھا جاتا ہے۔ تیرا تیزی جس طرح منحوس سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح آخری چہار شنبہ بھی ہے۔ ایران میں تیرا تیزی کو سیزدہ صفر کہتے ہیں یہ اسی لئے منحوس سمجھی جاتی ہے کہ سال کے بارہ مہینہ میں صفر کا مہینہ منحوس خیال کیا جاتا ہے چونکہ ہر مہینہ کی ۱۳ تاریخ بھی منحوس سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے سب ۱۳ صفر کی ۱۳ تاریخ ہی منحوس خیال کی جاتی ہے میرا خیال ہے کہ یہ آخری چہار شنبہ کی رسم ہند میں ایران سے آئی ہے اور سیزدہ صفر کی رسم بھی ایران سے آئی ہوگی۔

ماہ ربیع الاول میں انشاء اللہ انجمن کے تحت میں پکوان کی نمایش کرنی چاہتی ہوں ہر خاتون اپنے اپنے ہاتھ کا پکوان گھر سے پکا کر لائے جس کا اچھا ہوگا اسکو انعام دوں گی۔ خدا میرے مقصد کو پورا کرے۔ آمین + صغری ہمایوں بانو

خطوط کے جوابات

زید اور عمرو

عربی زبان سیکھنے کے لیے جب عربی کی صرف ونحو اور منطق شروع کرتے ہیں تو اس میں ہر جگہ مقررہ ناموں کی مثالیں دی جاتی ہیں کہ زید نے عمرو کو مارا۔ اور بکر نے خالد کو مارا۔ گویا زید اور عمرو اور بکر اور خالد یہ چار نام ہمیشہ مثالوں میں آتے ہیں اور یہ دستور کئی سو برس سے جاری ہے۔

عربی نصاب تعلیم لکیر کا فقیر ہے جو بات ایک دفعہ شروع ہوئی پھر کبھی اس میں تبدیلی نہیں ہوتی انگریزی نصاب تعلیم اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ ہنڈولے کی طرح ہمیشہ جھولتا رہتا ہے۔ کبھی اوپر کبھی نیچے اور کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔

عربی صرف ونحو میں زید اور عمرو اور بکر اور خالد کا نام درج کرنا ایک خاص حکمت کی وجہ سے ہے۔ اور مسلمانوں کی فرقہ بندی کا ایک راز اس میں پوشیدہ ہے میں اس کو یہاں نہیں لکھتا۔ کیونکہ اسکول کے بچوں کو ان جھگڑوں میں ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ اس وقت تو مجھے اپنے دیرینہ کرم فرما جناب مولانا اسعد حسین صاحب دہلوی اور ان کی اہلیہ محترمہ حامدہ بیگم صاحبہ کے ایک مشترکہ خط کا ذکر کرنا ہے جس کی چند سطریں آگے نقل کیجاتی ہیں۔

میرے تین لڑکے ہیں۔ بڑے لڑکے کا نام حسین ہے اور منجھلے لڑکے کا نام علی ہے اور چھوٹے لڑکے کا نام زید ہے۔ محترمہ حامدہ بیگم صاحبہ ان سب بچوں کو بہت عزیز رکھتی ہیں اور انھوں نے ازراہ ظرافت زید نام کی نسبت اپنے خط میں ایک دلچسپ فقرہ لکھا ہے جو یہ ہے:۔

"اگر ایکے اللہ تعالےٰ حضور والا کو فرزند نرینہ عطا فرمائے تو اس کا نام عمرو رکھا جائے کیونکہ جہاں زید ہو وہاں عمرو کا ہونا لازم ہے۔ تاکہ زید کے افعال متعدی اسپر صادر ہو سکیں۔ ہر ایک مثال میں خواہ وہ کسی مسئلہ صرف کے متعلق ہو یا نحو کے یا منطق وغیرہ کے زید کے ساتھ عمرو ضرور ہوتا ہے۔"

میں اس دلچسپ خط کے جواب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ زید بہت دن سے عمرو اور بکر کو مار رہا ہے۔ مگر اب پٹنے والوں کی آزادی اور ترقی کا زمانہ آگیا ہے اب میاں زید عمرو اور بکر اور خالد کو نہیں مار سکیں گے۔ اور ماریں گے تو ان پر مقدمہ قائم ہو جائے گا۔ یا کانگریس ایک رزولیوشن زید کے خلاف پاس کر دے گی۔ اسواسطے اگر میرے ہاں آیندہ کوئی لڑکا پیدا ہوا تو میں اس کا نام بکر یا عمرو یا خالد نہیں رکھوں گا۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ یہ تینوں زید کا مقابلہ کریں گے۔ اور زید چونکہ ہوش سنبھالتے ہی شیر کے شکار کا شوقین ہے اسواسطے وہ ان تینوں کو مار بیٹھے گا۔ اور ان تینوں کی جان خدانخواستہ دور پار دشمن مدعی خطرہ میں پڑجائیگی۔

زید کی چڑیا

غلام فرید صاحب قمر بھٹی نظامی نے لاہور سے ایک مضمون بھیجا ہے جسکا نام زید کی چڑیا ہے میں نے یہ مضمون انیس لڑکے زید کو سنایا۔ زید نے کہا ہمارے گھر میں آم کا درخت نہیں ہے۔ اور کوئی چڑیا بھی کسی درخت پر نہیں بیٹھی۔ اور میں تو بندوق چلاتا ہوں غلیل میرے پاس نہیں ہے۔ ہمارے گھر کی چھت میں کوئی جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں چڑیاں اپنا گھونسلا بنائیں۔

دوسرا مضمون قمر بھٹی صاحب نظامی نے بہادر حمید کے نام سے لکھا ہے کہ اس نے ایک ڈوبتے بچے کی جان بچائی اور خود اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر دریا میں کودا اور بچہ کو نکال لایا۔ ایسے مضامین بہت مفید ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ قصہ کے پیرایہ میں نہ ہوں بلکہ واقعات جیسے پیش آئیں تو ان کو مؤثر اور آسان الفاظ میں لکھا جائے ٭ حسن نظامی

خواجہ ماڈل اسکول دہلی
۴۔ اگست سنہ ۱۹۳۰ء

مخلص نواز جناب مولانا محمود احمد صاحب عباسی!

سلام علیکم۔ میں نے آپ کی کتاب تاریخ امروہہ تازہ سفر رامپور کے راستہ میں آتے جاتے وقت پڑھی اور مجھکو بہت دلچسپی ہوئی جب میں اس کتاب کو پڑھتا ہوا امروہہ سے گزرا۔

میرا خیال یہ ہے کہ موجودہ سال کی محققانہ تاریخوں میں سب سے اعلےٰ تاریخ آپ کی لکھی ہوئی امروہہ کی تاریخ ہے۔ اگرچہ نسب کے بعض حالات سے مجھے اطمینان نہیں ہوا جن کے متعلق آپ نے وضاحت کے ساتھ بحث کی ہے تاہم میں سمجھتا ہوں کہ یہ پوری کتاب آپ نے نہایت محنت اور نہایت تلاش اور پوری دیانت داری کے ساتھ لکھی ہے سب سے بڑی خوبی اس کتاب میں یہ ہے کہ اس کتاب میں آپ نے بعض دوستوں کی طرح فضول طوالت نہیں ہے۔ بلکہ مختصر نویسی کا کمال ہے کہ جو بات پانچ صفحے میں بیان ہونے کے قابل تھی اسکو آپ نے پانچ سطروں میں ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ کے طرز استدلال سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی دلیلوں میں شاعرانہ آمد اور آورد نہیں ہے بلکہ مکمل واقعہ نویسی ہے۔ آپ نے امروہہ کی تاریخوں پر جو تنقید کی ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تنقید لکھنے کے وقت تعصب اور تنگ نظری یا کسی فریق کی جانب داری یا مخالفت آپ پر مسلط تھی اگر کسی جگہ ایک ہلکی سی جھلک اس شبہ کی پیدا بھی ہوئی تو آگے جا کر آپ کی معقول دلیلوں نے اسکو صاف کر دیا۔

مجھے آپ کی پوری کتاب پڑھنے کا موقعہ ملا۔ حالانکہ میں اسقدر کم فرصت ہوں کہ اتنی بڑی کتابیں پوری نہیں پڑھ سکتا غدر سنہ ۱۸۵۷ء کے متعلق جو معلومات آپکی اس کتاب میں درج ہے۔ اس میں سے بعض چیزیں میرے لیئے بالکل نئی ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ میں نے بارہ کتابیں غدر کی تاریخ کے متعلق لکھی ہیں۔ بارہواں حصہ زیر طبع ہے۔ اور میں آپ کی اجازت سے اس بارہویں حصہ میں آپکی کتاب کا تھوڑا سا اقتباس لینا چاہتا ہوں۔ مسلمان فخر کر سکتے ہیں کہ ان میں آپ جیسے لائق محقق مورخ موجود ہیں جنکا نمونہ آپکی کتاب تاریخ امروہہ پیش کی جا سکتی ہے۔ میں اس خط کو اپنے اخبار ... میں بھی شائع کروں گا اور آپ بھی جہاں چاہیں اس خط کو شائع کر سکتے ہیں ٭ دعاگو حسن نظامی ٭

ایس- وی کلاس نجف گڈھ صوبہ دہلی کا شاندار نتیجہ

میں اس خط کو اس لیئے درج کرنے کی اجازت دیتا ہوں کہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب صوبہ دہلی اس عبارت کو ملاحظہ کریں کہ شائد ٹرننگ اسکول میں خط لکھنا نہیں سکھایا جاتا - کیونکہ اس خط کی غیر مربوط عبارت اس نقص کو ظاہر کرتی ہے - حسن نظامی

یہ ناچیز غلام اپنے تمام ایس وی کلاس برادران کی طرف سے جناب ہیڈ ماسٹر مظفر خان صاحب ایم - اے - بی - ٹی اور دیگر سٹاف کا جنھوں نے ہماری زندگی کی رونق کو دوبالا کیا ہے - اور وقتاً فوقتاً علاوہ ٹائم سکول کے اپنے عیش و آرام کو ترک کر کے ہمارے ساتھ میں محنت و جانفشانی اٹھائی ہے - غلام ان اصحاب کا اور معہ افسران بالاجناب ڈسٹرکٹ انسپکٹر شیخ غلام محی الدین صاحب ممدوح اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ صاحب جو کہ اپنا قیمتی وقت کھو کر ہماری ناامیدی کی ہمت کو باندہ کر اس مرتبہ تک پہونچانے میں کوشاں رہے ہیں - نہایت تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں - اور دعا کرتا ہوں کہ اے امیدوں کے برلانے والے مالک جس طرح ہم کو خوشی عطا کی - اس سے صد ہزار ان کی جان و مال اور درجہ میں ترقی عطا فرما - فقط



رزلٹ ایس- وی- کلاس نجف گڈھ صوبہ دہلی

نمبر شمار	نام طالب علم	رول نمبر	کل حاصل کردہ نمبر	جن جن مضمون میں فعل غیر لازمی	
۱	کوڑے سنگھ	۲۳۰	۴۸۹ پاس	ہندی	ڈرائنگ
۲	شیخ محمد حمید فاروقی	۲۳۱	۴۹۸ ،،	فارسی	،،
۳	نیکی رام شرما	۲۳۲	۵۶۸ ،،	پاس	،،
۴	محمد متین	۲۳۳	۵۳۲ ،،	،،	،،
۵	سالگ رام گپتا	۲۳۴	۵۵۸ ،،	،،	،،
۶	محمد لسلیین	۲۳۵	۵۹۴ ،،	،،	،،
۷	روپ چند شرما	۲۳۶	۶۳۴ ،،	،،	،،
۸	رگھناتھ داس	۲۳۷	۶۳۴ ،،	،،	،،
۹	علی نواز خان	۲۳۸	۵۶۱ ،،	،،	،،
۱۰	رامچندر شرما	۲۳۹	۶۴۳ ،،	،،	،،

راقم

فدوی محمد حمید فاروقی سابق - ایس وی - کلاس

نجف گڈھ صوبہ دہلی

حال سکنڈ ماسٹر علی پور صوبہ دہلی

دو "س" اور دو "ش"

سازش اور سفارش دو لفظ ہیں جن میں دو "س" ہیں اور دو "ش" ہیں اور یہ دونوں کہتے ہیں کہ ہندوستانی اسکولوں کی حالت یورپ اور امریکہ کے اسکولوں جیسی اس واسطے نہیں ہے کہ ہندوستان میں ہر چیز کے اندر سازش اور سفارش کا دخل ہوگیا ہے۔ یہاں تک کہ تعلیم جیسی مذہب اور بنیادی چیز پر بھی سازش اور سفارش نے قبضہ کر لیا ہے۔ لایق استاد نہیں ملتے یا ان میں لیاقت پیدا نہیں ہوتی کیونکہ وہ سازش اور سفارش سے کام لینا چاہتے ہیں عمدہ کورس تیار نہیں ہوتے اس لیے کہ سازش اور سفارش سے برے کورس ہندوستانی یونیورسٹیاں منظور کر لیتی ہیں۔ خواجہ اسکول گزٹ اگر سازش اور سفارش کے س ش کو شکست دیدے اور تعلیم کی بنیادیں درست ہو جائیں تو میں سمجھوں گا کہ اس اخبار نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ میں نے اپنی پوری زندگی اصلاح اور ترقی تعلیم اور عمدہ تربیت رائج کرانے کے لیے وقف کر دی ہے اس لیے انشاء اللہ اس اخبار میں بھی ہر ہفتہ اپنے خیالات ظاہر کیا کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ میرے ہزاروں رفیق اور ساتھی بھی اس ضروری معاملہ میں اس اخبار کے ذریعہ اپنے ملکی بچوں کی ترقی تعلیم اور اصلاح تربیت کی کوشش شروع کر دینگے اور اس اخبار میں مضامین لکھتے رہیں گے۔

حسن نظامی دہلوی

علمی، ادبی، تنقیدی، تاریخی مضامین کا بلند پایہ مجموعہ



حیدرآباد دکن